امام طحاوی پر شوافع کی عنایات

حضرت مولانا سید محمد شاہ قطب الدین حسینی صابریؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

جب الملک الظاہر بیبرس نے چار قاضیوں کے رسم کی پھر تجدید کی تو......انہ رای الشافعی فی النوم لماضم الی مذھبہ بقیۃ المذاھب وھو یقول تھین مذھبی"الملک لی او"لک ،،قدعزلتک وعزلت ذریتک الی یوم الدین...... کہ اس نے امام شافعی کوخواب میں دیکھا جس وقت آپ کے مذہب کے ساتھ مابقی مذاہب کوشامل کیا،آپ فرمارہے تھے میرے مذہب کی اہانت کرتے ہو،ملک میرا ہے یا تیرا ہے میں نے تجھ کواور تیری اولاد کوقیامت تک کے لئے معزول کردیا۔لوگوں کا بیان ہے کہ اس خواب کے بعد......فلم یمکث (الظاھر)الایسیرا ومات ولم یمکث ولدہ السعید الایسیرا وزالت دولتہ وذریتہ الی الان فقراء..................

بادشاہ ظاہر صرف چندن حیات رہااورانتقال کرگیااوراس کا نیک بخت بیٹا بھی صرف چندن زندہ رہا اوراس کی حکومت بھی ختم ہوگئی اوراس کی اولاد آج تک تنگدستی کا شکار ہے۔السبکی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب ملک الظاہر مرگیا توکسی نے اس کوخواب میں دیکھا،پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا گذری؟تو جس بیچارے سے خدا جانے کتنے گناہ ہوئے ہونگے،کس کس کا مال غلط طریقہ سے لیا ہوگا اورجیسا کہ عموماً اس زمانہ کے سلاطین کا حال تھا خدا جانے کتنوں کے خون اس کی گردن پرہونگے،لیکن اس تمام سلسلہ

آن کہ شیراں راکند روبہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

یلزم مراعاۃ الشرط بقدر الامکان ☆ شرط کی رعایت بقدرامکان لازم ہوتی ہے

میں اس کی سزا جس چیز پر ہوئی ،وہ یہ تھی کہ جس کا اظہار خواب دیکھنے والے صاحب سے اس نے باین الفاظ کیا:

عذبنی الله عذابا شديدا لجعل القضاة اربعة وقال فرقت كلمة المسلمين

<u>اللہ نے مجھے سخت عذاب دیا، چار قضاۃ کو مقرر کرنے کی پاداش میں اور فرمایا تو نے مسلمانوں کے اتفاق کو پارہ پارہ کردیا۔</u>

ان واقعات سے اور تو کچھ نہیں اتنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ برادارانِ شوافع پر دوسرے مکاتب خیال کے علماء کا تقرر سخت ناگوار گذر رہا تھا، جب کشفی اور روبائی نظریات کا یہ حال ہے تو نسبتاً اس سے جو آسان تر چیز تھی ،یعنی دوسروں کے علم پر حملہ کرنا، ان کے نقائص نکالنے ،بھلا اس میں کیا کمی کی گئی ہوگی، خصوصاً حنفیوں کو حدیث کے معاملہ میں رسوا اور بدنام کرنا تو آسان ہے کہ معمولی عربی خواں بھی ہدایہ کے صفحات کو الٹ کر ہر صفحہ سے تقریبا ایسی ''حدیث،، نکال کر دکھا سکتا ہے جس کا پتہ بخاری و مسلم ہی میں نہیں ،صحاح کی اور بڑی کتابوں میں بھی مشکل ہی سے چلتا ہے۔کیونکہ ان الفاظ کے ساتھ ہدایہ کی حدیثیں ان کتابوں میں واقعہ یہ ہے کہ نہیں پائی جاتیں، آج بھی ہندوستانی مطبع کی ہدایہ کی تقریبا اکثر حدیثوں کے نیچے ''غریب جداً،، ''نادر جداً،، ''لم یوجد،، فی الکتب لکھا ہوا ملتا ہے۔

بظاہر اسی سوال نے میرے خیال میں مصر کے اس عہد میں اہمیت حاصل کی اور آخر کچھ لوگ حنفیوں میں تیار ہوگئے جنھوں نے پوری توجہ اور محنت• سے حدیث ومتعلقات حدیث کے فنون میں کمال پیدا کیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہدایہ ہی اس زمانہ میں بھی یاروں کا تختہ مشق بنی ہوئی تھی، اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کہاں تو یہ حال تھا کہ ہدایہ کے شروح میں بھی حدیثوں کی تخریج کا التزام نہ تھا، یا ایک وہ زمانہ مصر میں آیا کہ صرف علامہ زیلعی ہی نے نہیں بلکہ جیسا کہ ابن حجر نے لکھا ہے صاحب الجوہر النقی علامہ ماردینی نے بھی اور ان کے شاگرد عبدالقادر مصری صاحب جواہر مضیئہ نے بھی ہدایہ کی حدیثوں کی تخریج پر کام کیا اور مستقل کتابیں لکھیں۔

خیر اسباب کچھ ہی ہوں ،مگر اس سلسلہ میں ایک بڑا کام یہ ہوگیا کہ طحاوی کے جس تیر کو حافظ بیہقی نے الٹ کر احناف ہی پر چلا دیا تھا، اور ڈھائی سو سال تک پھر اس تیر کو کوئی واپس نہ کرسکا تھا ''الجوہر النقی،، لکھ کر صرف جواب ہی نہیں دیا گیا بلکہ کچھ اقدام بھی کیا گیا اس لئے تاکہ ہر حنفی اس کتاب کو اپنے پاس سفر وحضر میں بہ آسانی رکھ سکے۔ماردینی کے کچھ دن بعد مصر کے دوسرے حنفی

محدث علامہ قاسم بن قطلو بغا جوعلاوہ حافظ ابن حجر وغیرہ کے، علامہ ابن الھمام صاحب فتح القدیر کے تلمیذ رشید ہیں، ''الجوہر النقی،، کا ایک خلاصہ تیار کیا، حاجی خلیفہ کشف الظنون میں لکھتے ہیں:

ثم لخصه زين الدين قاسم بن قطلوبغاالحنفی المتوفی سنة ۸۷۹ وسماه ترجيح الجوهر النقی اس لئے تا کہ مسئلہ کے ملنے میں آسانی ہو

ورتبه علی حروف المعجم (ص۴۷۹ج۱۴)

پھر زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی سنہ ۸۷۹ نے اس کا خلاصہ تیار کیا اور اس کا نام ترجیح الجوہر النقی رکھا اور اس کو حروف معجم کے مطابق ترتیب دیا۔

اور یوں تیسری صدی کے وسط میں ایک شافعی عالم کی زبان سے..... والله مايجئنی منک شيئاً...... خدا کی قسم تجھ سے کچھ نہیں ہوسکتا، قسم کا جوفقرہ بے اختیار زبان سے نکل گیا تھا وہ نویں صدی کے آخر تک مسلسل ٹوٹتی رہی اور مصر کے ایک گاؤں طحا کے ایک دہقانی نوجوان کو جو کہا گیا تھا کہ تو کچھ نہیں لاسکتا خود وہ اور اس کی بدولت وفاقاً وخلافاً تقریباً آٹھ ساڑھے آٹھ سو سال تک فقہ اور حدیث کی دنیا میں تحقیق وتدقیق تلاش وتجسس کا ایک طوفان برپا رہا، گویا ہم اگر ''جدلیات،، کے سلسلہ کو کسی چارٹ یا شجرہ کی شکل میں ظاہر کرنا چاہیں تو اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے۔

مختصر المزنی	تیسری صدی
کتاب جلیل قاضی بکار	تیسری صدی
مختصر طحاوی کبیر وصغیر علی ترتیب المزنی وترتیب بکار	چوتھی صدی
معرفۃ السنن والاثار رد طحاوی السنن الکبری بیہقی	پانچویں صدی
الجوہر النقی علامہ ماردینی الرد علی البیہقی	ساتویں صدی
ترجیح الجوہر النقی للقاسم بن قطلو بغا ''تلخیص الجواہر،،	آٹھویں صدی

اور اسی ''شجرہ علیہ،، کے ہر درجہ کو میں امام طحاوی کے ''هم الحديا،، کے ''تعاجيب ربنا،، کا ایک ایک ''التعجب،، قرار دیتا ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ علاوہ ائمہ مجتہدین (یعنی ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف ومحمد بن الحسن وغیرہم) کے بھی طبقات احناف میں بڑے بڑے علماء اور افاضل پیدا ہوتے رہے۔

لیکن حنفی ادبیات کا وہ سلسلہ جس میں فقھیات کے ساتھ حدیث وعلم حدیث کا مستند سرمایہ شریک

ہے،اس سلسلہ کے بانی اول حنفیوں میں امام ابوجعفر طحاوی ہیں،انھوں نے ہی اس کی بنیاد ڈالی اور پھر جیسا کہ یہ تفصیل میں نے بتایا آئندہ جو کچھ ہوا ان ہی کی راہوں سے ہوا،گویا اس شاخ کے حنفیوں میں وہ امام تھے۔

لیکن نظر تحقیق کا برا ہو،چاہا تو یہی جاتا ہے اور کہا بھی جاتا ہے کہ علم وہی ہے جو تحقیقی ہو،ورنہ تقلیدی علم علم نہیں،معلومات کی صرف گرد آوری ہے۔

مگر دنیا میں جس نے علم کی جس شاخ میں بھی خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی،تحقیق کا قدم اٹھایا،خدا جانے یہ کیا قصہ ہے کہ اس سے عوام کا کوئی طبقہ کبھی راضی نہ رہا۔امام طحاوی کی داستان تو بیان ہی کروں گا۔امام مزنی جنھوں نے اپنی پوری عمر امام شافعی اور ان کے علوم کی خدمت ،نشر واشاعت ،تہذیب وتنقیح میں گذار دی،حتی کہ اس سلسلہ میں بیچارے کو اپنے حقیقی بھانجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الگ ہونا پڑا،جس کا صدمہ جیسا کہ ابن عساکر کے حوالہ سے نقل کر چکا ہوں،مرنے کے بعد بھی باقی رہا لیکن امام مجتہد کے شاگرد تھے،اپنی کتابوں میں بعض مسائل کے متعلق انھوں نے امام سے اختلاف بھی کیا ہے۔ہزارہا چیزوں میں اتفاق لیکن چند مسائل میں اختلاف ،بس یہی ان کے لئے مصیبت ہوگی۔بعد کو جیسے جیسے تقلید کا رنگ جیسا کہ قاعدہ ہے گہرا ہوتا چلا بیچارے امام مزنی کا یہ جرم،کہ خود اپنی رائے کیوں قائم کی ،شوافع کے عام طبقہ کے لئے ناراضی کا باعث ہوا،زیادہ دن کے بعد نہیں بلکہ تیسری صدی کے اختتام پر شافعیوں کے مشہور عالم ابن سریج المتوفی سنہ ۳۱۶ جن کا ذکر بار بار آچکا ہے ایک طرف تو ''المزنی،،کی کتاب کی اتنی تعریف فرماتے تھے کہ ''عذراء لم یفتض،،قرار دیتے تھے،لیکن انہی سے خطیب نے تاریخ بغداد میں یہ جملہ بھی نقل کیا ہے کہ فرماتے تھے:

یوتی یوم القیامة بالشافعی وقدتعلق بالمزنی یقول رب هذا افسد علومی فاقول مهلایاابراهیم فانی لم ازل فی اصلاح ماافسده (ص۲۸۶ج۴)

قیامت کے دن امام شافعی رحمہ اللہ بلائے جائیں گے آپ مزنی کو پکڑ کر لائیں گے۔یہ فرمائیں گے اے پروردگار اس نے میرے علوم کو خراب کر دیا ہے تو میں عرض کروں گا آپ ٹھہر جائیں اس نے جو کچھ بگاڑا ہے میں اس کو اب تک ٹھیک کرتا رہا ہوں۔

کان یفضل علی جمیع اصحاب الشافعی حتی المزنی (ص۱۷)

وہ امام شافعی کے تمام اصحاب پر یہاں تک کہ امام مزنی پر بھی فضیلت رکھتے ہیں۔

الاصل فی الکلام الحقیقة ☆ بنیادی طور پر کلام میں حقیقی معنی مراد لیا جاتا ہے

غالباً امام شافعی کے براہ راست تلمیذ اور خلیفہ پر ایک شافعی عالم کو اس لئے ترجیح دی گئی کہ پچھلے نے بجز تقلید کے تحقیق سے کبھی کام نہیں لیا۔ خدا جانے مورخین "لم یفتض"، والا لطیفہ مختصر مزنی کے متعلق ان کی طرف جو اس حیثیت سے منسوب کرتے ہیں کہ یہ اس کتاب کی آخری تعریف ہے، لیکن ابن سریج قیامت میں امام مزنی کو اس شکل میں دکھارہے ہیں کہ امام شافعی ان کے دامن سے لٹکے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ بارالٰہی میرے پیارے علم کو اس نے بگاڑ دیا تو پھر مختصر مزنی کی اس "مدح"، میں مجھے تو قدح کا شبہ ہونے لگا ہے۔

خیر یہ تو شوافع کی اپنے گھر کی باتیں ہیں، ہمیں اس میں پڑنے کی کیا ضرورت؟ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ جرم تحقیق میں جس طرح سب کچھ مٹا دینے کے بعد امام مزنی کو "مفسد علوم الشافعی"، کا تحفہ برادران شوافع سے ملا، کچھ بھی کیفیت امام طحاوی کی حنفیوں میں نظر آتی ہے۔ اس طرح مخالفوں کا تو بیچارے کے ساتھ وہ سلوک جو آپ حافظ بیہقی کی زبانی سن چکے، ان پر الزام لگایا گیا کہ ابوحنیفہ اور ابویوسف کی پاسداری میں یہ شخص اتنا غالی ہے کہ صحیح حدیث کو ضعیف کر دیتا ہے اور ضعیف کو قوی کر دیتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے لسان المیز ان میں مسلمہ بن قاسم اندلسی کی کتاب صلہ سے امام طحاوی کے متعلق یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ:

كان يذهب بمذهب ابى حنيفه كان شديد العصبية فيه(۲۷۲)

وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب اختیار کئے تھے اور اس میں بہت متعصب تھے۔

اور یہ تو خیر نصرت ابی حنیفہ کے جرم کی ہلکی سزا ہے، کوئی شخص معاویہ بن احمص القرشی ہے، اس کی طرف تو منسوب کر کے امام کو ایک ایسی چیز سے متہم کیا گیا ہے کہ گو حافظ ابن حجر نے اپنی مصلحتوں کی بنیاد پر اس مجہول الحال شخص کی روایت اپنی کتاب میں درج کر دی ہے لیکن مجھے تو اس کو نقل کرتے بھی شرم آتی ہے۔ تاہم یہ دکھانے کے لئے کہ عشق حنفیت میں امام طحاوی کو کیا کیا نہ کہا گیا، کیا کیا نہ سنایا گیا، نقل کرتا ہوں، ابن الاحمر کہتا ہے:

دخلت مصر قبل الثلاث مائة واهل مصر يرمون الطحاوى بامر عظيم فظيع من جهةامور القضاء اومن جهة ماقيل انه افتى لبه اباالجيش من امر الخصيان

میں سنہ تین سو ہجری سے پہلے مصر میں داخل ہوا اس وقت اہل مصر امام طحاوی پر نہایت غلط کام کا الزام دے رہے تھے وہ یا تو امور قضاء سے متعلق تھا یا............

لا اجتهاد عند ظهور النص ☆ نص کی موجودگی میں اجتہاد جائز نہیں

پہلے الزام کا مطلب تو غالباً یہ ہے کہ قضاء کے سلسلہ میں کچھ لین دین خرد برد کرتے تھے اور دوسرے الزام سے خدا جانے وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔بہرحال کچھ ہی کہنا چاہتا ہو،لیکن جس وجہ سے اس نے یہ باتیں تراشی ہیں،غنیمت ہے کہ اس کا اظہار بھی اس کے بعد فرمادیا گیا ہے۔یعنی ان دونوں الزاموں کو بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے کہ

وکان یذھب مذھب ابی حنیفه لایری حقاخلافه(ص ۲۷۶)

اور وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر چلتے تھے اور اس کے خلاف کو حق نہیں سمجھتے تھے۔

گویا خود ہی کھول دیا کہ میں نے یہ سب جو کچھ کہا اس کی علت یہ ہے کہ وہ ابوحنیفہ کے مسلک پر چلتے تھے اور اس باب میں اتنے متشدد تھے کہ جو خیال ابوحنیفہ کے خلاف ہو،اسے وہ حق نہیں سمجھتے تھے۔یعنی ''حق،،کا معیار طحاوی کے یہاں صرف یہ تھا کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہو،چونکہ اس شخص کے بیان کا آخری جملہ قطعاً غلط ہے جیسا کہ یوں بھی لوگوں کو معلوم ہے ۔قاضی حربویہ کی مجلس میں انھوں نے جو کچھ فرمایا تھا وہی اس کی تغلیط کے لئے کافی ہے۔اس کا حال آگے بھی معلوم ہوگا،اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اور بھی اس نے جو کچھ کہا سب جھوٹ ہے۔بھلا جس شخص کو ابن یونس جوان کے معاصر اور ہم وطن شب وروز کے دیکھنے والے ہیں اور السیوطی جنھیں ابن یونس الحافظ الامام کے لقب سے ملقب کرنے کے بعد فن حدیث میں ان کی جلالت قدر کے متعلق لکھتے ہیں:**ھو امام فی ھذا الشان یتیقظ حافظ مکثر خبیر بایام الناس (حسن ص ۱۴۷)**

وہ اس فن میں امام ہیں۔

یہی ابن یونس علامہ طحاوی کے متعلق فرماتے ہیں گویا عینی شہادت دیتے ہیں کہ

کان ثقه (۱)ثبتاً(۲)فقیھاً(۳)عاقلاً(۴)لم یخلف مثله(لسان)تذکره

خود حافظ ذہبی باوجود سخت متشدد ہونے کے ''الطحاوی الامام،،کا عنوان قائم کرکے فرماتے ہیں

العلامه الحافظ صاحب التصانیف البدیعة

علامہ حافظ اور بے نظیر تصانیف والے ہیں۔

السیوطی مشہور شافعی عالم ہیں،اور تصلب میں بھی کسی سے کم نہیں ہیں لیکن جو واقعہ ہے اس کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

الطحاوی الامام العلامه الحافظ کان ثقة ثبتاً فقیھاً لم یخلف بعده مثله انتهت الیه

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر

ریاسۃالحنفیۃ بمصر (ص ۱۴۷ حسن المحاضرہ)

امام طحاوی جوعلامہ اور حافظ ہیں وہ ثقہ،ثبت اور فقیہ ہیں ان کے بعد ان کے جیسا پیدا نہیں ہوا مصر میں علماء حنفیہ کی صدارت ان پر ختم ہوتی ہے۔

گویا امام طحاوی کے پنجگانہ صفات یعنی ثقہ،ثبت،فقیہ،عاقل اور بے نظیر ہونے کی جو چشم دید گواہی ابن یونس نے دی تھی آخر تک بالاتفاق تمام محدثین اس کی مسلسل توثیق کرتے چلے آئے ہیں۔

اگرابن الاحمر کے بیان میں کچھ بھی اصلیت کی جھلک لوگوں کومحسوس ہوتی تو پھر ناممکن تھا کہ بغیر کسی تذبذب اور دغدغہ کے سلفاً عن خلف امام طحاوی کومحدثین ثقہ (یعنی) ایسا شخص جس کے کردار اور اخلاقی زندگی پر بھروسہ کیاجائے،مسلسل لکھتے چلے آتے،خصوصاًبزرگوں سے بھلا اس کی امید ہوسکتی تھی جوطحاوی سے حنفیت کی وجہ سے اپنے دلوں میں اچھی خاصی گرانی بھی رکھتے ہیں۔

کیسی حیرانی کی بات ہے کہ ابن الاحمر جیسا مجہول الحال والاسم شخص کوتو مصر میں امام طحاوی کے متعلق یہ خبریں ملیں،لیکن اسی زمانہ میں جس کاوہ ذکر کررہاہے ہم ان کے حلقہ درس میں مشہور معاجم حدیث کے جامع سلیمان بن احمد بن ایوب الطبر انی ابن الخشاب البردعی،القرطبی،شیخ الظاہر بن عبداللہ بن علی الدوادی،محمد بن ابراہیم المقر ی الحافظ،خودابن یونس مصری اورالحافظ المعروف بقید ممنون بن حمزہ العبید لی،احمد بن محمد منصور الدامغائی،وغیرہم محدثین حفاظ ثقات وفقہاء کوپاتے ہیں کہ ان میں سے ہرایک اپنے اپنے وقت اوراپنے اپنے مقام کاامام تھا،خدانخواستہ اگران بزرگوں کوامام طحاوی میں ابن احمر کے اتہامات کاادنی شائبہ بھی محسوس ہوتاتو جیسا کہ ان لوگوں کاعام دستور تھا،قطعاًان سے حدیث نہ سنتے۔

خیال کرنا چاہیے جوشخص ان جلیل القدر ائمہ وحفاظ کااستاد خصوصاً روایت حدیث کا استاد ہو،اور جوخود بھی سلیمان بن شعیب یونس بن عبدالاعلی جیسے بزرگوں کاحدیث میں شاگرد ہو،جن کے متعلق صاحب جواہر مضیئہ لکھتے ہیں کہ

شارک فیہ مسلماً واکثرالروایۃ عنہ

امام مسلم ان میں شریک ہیں اوران سے اکثر روایت لی ہے۔

اوریہی دوکیاامام طحاوی کے اساتذہ حدیث کی اتنی کثرت ہے کہ

جمع بعضھم مشائخہ فی جزء (جواھر ص ۱۰۴)

☆ الفقہ حقیقتہ الفتح والشق ☆ فقہ کے معنی ہیں کھولنا اور بیان کرنا ☆

بہرحال اس وقت امام طحاوی کے متعلق مجھے رجالی بحث جرح وتعدیل کی مقصود نہیں ہے بلکہ کہنا یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اوران کے مکتب خیال کی جانب داریوں میں جس شخص نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ قربان کردیا، پڑھاتو اسی لئے ،اور پڑھایاتو اسی لئے ،لکھنے کا بھی حال یہ ہے کہ گوامام طحاوی نے علم کے اورشعبوں میں بھی چند بڑی کتابیں لکھی ہیں،خصوصاً مورخین ان کی تاریخ کے متعلق لکھتے ہیں:

وله تاريخ كبير (جواهر ص ۱۰۴)

ایک تصنیف ان کی تاریخ کبیر ہے۔

بعدکے ارباب تاریخ بکثرت طحاوی کی اس تاریخ کاحوالہ دیتے ہیں،اورایک کتاب انھوں نے ''النوادروالحکایات،، کے نام سے بھی لکھی ہے۔قاضی عیاض کے حوالہ سے لوگ نقل کرتے ہیں کہ ......**النوادر والحكايات فی نيف وعشرين جزءاً**...... کتاب النوادروالحکایات کے بیس ۲۰ سے زائد اجزاء ہیں۔

اسی طرح مشہور محدث ومورخ لغوی ابوعبید پربھی انھوں نے انساب کے متعلق تنقید فرمائی ہے جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ گزشتہ بالاچند کتابوں کے سواانھوں نے جوکچھ لکھاہے اور بہت کچھ لکھا ہے جس کی بڑی وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ باوجودطول عمر یعنی ۸۳ سال کی عمرپانے کے ان کے قول کاحال آخرتک یہ رہاجیساکہ ابن ندیم کی کتاب الفہرست کے حوالہ سے حافظ ابن حجر نے لسان المیز ان میں نقل کیاہے۔

قدبلغ الثمانين والسوادفی لحيته اكثر من البياض (ص۲۷۷ ج ۱)

اسی ۸۰ سال کی عمرکوپہونچ کربھی ان کی داڑھی میں سفید بال سے زیادہ کالے بال تھے۔اسی کانتیجہ تھاکہ آخروقت تک ان کوکام کرنے کاموقع ملا۔بقول ابن ندیم

كان اوحدزمانه علما

وہ علم میں اپنے زمانہ کے یکتاتھا۔علم میں وہ یکتائے روزگار تھے۔

علی الخصوص حنفیہ اوران کے آئمہ کے علوم کاتوشاید نہ ان کے بعد اتناکوئی بڑاعالم ہوااورنہ شایدان کے پہلے گذرا۔مشہوراندلسی یورپین محدث حافظ عمروبن عبدالبر اپنی کتاب العلم میں ارقام فرماتے ہیں کہ **كان الطحاوی اعلم الناس بسير الكوفيين واخبارهم وفقههم مع مشاركة فی جميع المذاهب من الفقهاء (لسان)**

☆ کتاب وسنت سے اخذ کردہ احکام ، فقہی احکام کہلاتے ہیں ☆

امام طحاوی اہل کوفہ کے احوال اوران کے اخبار کے اوراہل کوفہ کی فقہ اورفقہاء کے تمام مذاہب کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ علامہ طحاوی نے اپنی ذہنی اور کسبی نعمتوں کو حنفی مذہب کی خدمت کے لئے وقف کردیا،اس وقت تک اس سلسلہ میں ان کی جن کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے،میرے علم میں جن کی تعداد تقریباً بیس کے قریب ہے،کسی نہ کسی حیثیت سے بالواسطہ یابلاواسطہ ان سے حنفی مذہب کوفائدہ پہونچا ہے۔معانی الآ ثار،مشکل الآ ثارتو خیرمطبوعہ ہیں،اور ہر شخص ان کو دیکھ کراندازہ کرسکتا ہے کہ گو بظاہران کے نام یا دیباچہ میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا ہے کہ ان میں حنفی مکتب خیال کی تائید کی جائے گی لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ اصل مقصد ان کتابوں کا اس کے سوااور کیا ہے اوران میں دو کتابوں سے ان کی کتاب احکام القرآن جوبیس جزء سے زیادہ اوراق میں ختم ہوتی ہے۔اس کا بھی اندازہ ہوسکتا ہے اور یہ احکام القرآن قرآن کے متعلق ان کی دوسری املائی کتاب کے سوا ہے جس کے متعلق قاضی عیاض صحیح مسلم کی شرح اکمال میں لکھا ہے کہ......**لـه فی القرآن الف ورقة** ......ان کی قرآن مجید کے بارے میں تالیف کے سوورق ہیں۔

اس کے سوا جامع صغیر جامع کبیر تو امام محمد کی کتابوں کی شروح ہی ہیں خود اپنی مختصر کبیر وصغیر براہ راست حنفی فقہ کی کتابیں ہیں،اسی طرح ان کی کتابیں جوشروط کے متعلق ہیں ،اور سمجھا جاتا ہے کہ اس باب میں ان کی کتابوں سے بہتر کتابیں آج تک نہیں لکھی گئیں،جواہر میں ہے۔

وله الشروط الكبير والشروط الصغير والشروط الاوسط

ان کی تالیفات میں شروط کبیرشروط صغیراورشروط اوسط ہے۔

ظاہر ہے کہ ان کا تعلق بھی حنفی مذہب ہی سے ہے کیونکہ اس فن سے ان کو خاص مناسبت اس لئے زیادہ تھی کہ قاضی بکارنے بصرہ میں ہلال بن یحییٰ الرائے و(تلمیذ ابی یوسف وزفر) سے خصوصیت کے ساتھ علم الشروط سیکھا تھا،عبدالقادر مصری نے قاضی بکار کے تذکرہ میں تصریح کی ہے کہ......**اخذ عنه (هلال الرائے)علم الشروط** (ص ۱۶۹)

قاضی بکارنے ہلال رائے سے علم شروط سیکھا ہے۔

خود قاضی بکار نے بھی،کتاب المحاضرہ والسجلات ،اور کتاب الوثائق والعہو د،،تصنیف کی تھی۔امام طحاوی نے انہی سے اس فن کوسیکھا تھا۔حافظ ابن حجر نے ''لسان المیز ان ،،میں طحاوی کا واقعہ ان ہی شروط

ومواثیق وعہود کے متعلق نقل کیا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی حربویہ جیسے عالم بھی امام طحاوی کے نکات کو بہ آسانی سمجھ نہیں سکتے تھے۔واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قاضی حربویہ نے امام طحاوی کا نام ’’دیوان الشہود،، میں درج کرالیا،تو حسب ضرورت کبھی کبھی ادائے شہادت کے لئے ان کے اجلاس میں بھی جانا پڑتا تھا،ایک دفعہ طحاوی نے ان کے سامنے تحریری شہادت جوانھوں نے لکھ کر پیش کی تھی،قاضی حربویہ کے سامنے پڑھی،شہادت کی اس عبارت میں جن فقہی اور قانونی نکات کو امام نے ملحوظ رکھا تھا،ان کے فوائد اوراثرات اور نتائج تک قاضی حربویہ کی بہ آسانی رسائی نہ ہوسکی۔حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ قاضی حربویہ نے ایک دفعہ عبارت سنی اور کہا کہ ’’عــرفـنـی،، مجھے سمجھاؤ،امام نے سمجھایا،پھر بھی ان کی سمجھ میں نہ آیا اور بولے’’عـرفـنی ،،جب دودفعہ یہ ہوچکا تو اس زمانہ میں چونکہ گواہوں یا مقدمہ کے فریقین کا اظہار کھڑا کرکے نہیں لیا جاتا تھا بلکہ سب قاضی کے سامنے فرش ہی پر بیٹھ جاتے تھے اوراپنے اپنے وقت میں بیٹھے بیٹھے ہی اظہار دیتے تھے،اسی بنیاد پراب تک تو امام طحاوی قاضی حربویہ کو بیٹھے بیٹھے سمجھا رہے تھے،لیکن جب دودفعہ انھوں نے عرفنی عرفنی کہا تب امام کا ارادہ ہوا کہ اب اس عبارت کے حقائق ونکات پر تفصیلی بحث قاضی کے سامنے کرنی چاہئے،مخاطب کرکے قاضی صاحب سے بولے:

یاذن لی القاضی فی القیام الی موضع

کیا قاضی صاحب مجھے ایک جگہ کھڑے ہونے کی اجازت دیں گے۔

قاضی صاحب نے فرمایا’’تم،،یعنی کھڑے ہوکر تقریر کرنا چاہتے ہو تو کرو،امام طحاوی پر اپنے مضمون کے بیان کرنے کا شوق اتنا غالب تھا کہ

فقام ابو جعفر یجرر دائه قدسقط بعضه قال فاقام فی ناحیة

ابوجعفر(طحاوی)اپنی چادر جس کا کچھ حصہ گر گیا تھا کھینچتے ہوئے کھڑے ہوئے وہ کہتے ہیں ایک جانب وہ کھڑے ہوگئے۔

کھڑے ہوکر اپنی شہادت کے ہر ہر لفظ پرانھوں نے اس طرح بحث کی جیسے اس زمانہ میں وکلاء اور بیرسٹر بحث کرتے ہیں تقریر جب ختم ہوگئی تب بیٹھ گئے،اوراب انھوں نے دیکھا کہ قاضی حربویہ کے چہرہ پر مطلب کے سمجھ لینے اوران وقائق تک پہونچ جانے کے علامات نمایاں ہیں،تو بیان کیا جاتا ہے کہ امام طحاوی اپنی نشست گاہ سے سرکتے جاتے تھے اورقاضی صاحب کو کہتے جاتے تھے

،جی ہاں میرا فلاں لفظ سے یہ مطلب تھا اور فلاں لفظ سے یہ مقصد تھا۔حافظ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں کہ:

ثم عاد یحبو علی رکتبه وقال نعم اعزک الله اشهد بکذا و کذا

پھر وہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور فرمائے ہاں اللہ آپ کی عزت میں اضافہ کرے میں گواہی میں یہی بات بتا رہا تھا۔

قاضی حربویہ نے تب ان کے ''شہادت نامہ،،کو اپنے ہاتھ میں لیا اور (وعلم علی شهادة) ان کی ''شہادت،،پر اپنے دستخط ثبت کئے''فن شروط،،میں امام کو مہارت کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ قاضی حربویہ کی علمی جلالت ومنزلت میں بیان کر چکا ہوں اس کو پیش نظر رکھنے کے بعد اس واقعہ کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔حافظ ابن حجر نے بھی اس واقعہ کو درج کرتے ہوئے لکھا ہے:

کان ابو جعفر الطحاوی وجیهه النقد فی الشروط والسجلات والشهادات(ص ۲۸۱)

مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا،فقہ اسلامی قانون کی یہ شاخ بھی دراصل حنفی مکتب فقہ کی ایک خصوصی چیز تھی،اس فن پر امام نے جو کچھ لکھا ہے حنفیوں کے اس علم کو جھکانے کے لئے لکھا۔انھوں نے اپنے استاد قاضی بکار کی اتباع میں خود بھی ''المحاضر والسجلات والوصایا،،پر کتابیں لکھی ہیں۔ایک کتاب (۱) مواریث وفرائض میں بھی تصنیف کی،اراضی مکہ کا کیا حکم ہے،مکہ عنوۃ فتح ہوا یا صلحا چونکہ اس میں محدثین اور فقہاء کا اختلاف ہے اس لئے آئندہ احکام میں بھی اختلافات ہوئے۔امام طحاوی نے ایک مستقل کتاب (۲) اس مسئلہ پر لکھی،''جنگ،،کے قانون کا ایک اہم باب (۳)''غنائم اور فئی،،کی تقسیم کا ہے۔اس پر بھی ان کی ایک کتاب ہے۔عیسیٰ بن ابان جو امام محمد کے ممتاز شاگردوں میں ہیں،لیکن انھوں نے باوجود اس کے امام محمد کی کتابوں کی غلطیوں پر تنبیہ کرتے ہوئے ''خطاء الکتب،،ایک کتاب لکھی تھی۔امام طحاوی نے اس کا جواب بھی ایک مستقل (۴) تصنیف کے ذریعہ سے دیا،ظاہر ہے کہ امام طحاوی کے ان تمام ''علمی مجاہدات،،سے بلاواسطہ یا بالواسطہ حنفی مذہب اور حنفی مذہب کے علماء ہی کو فائدہ پہونچانا مقصود تھا۔خود امام ابوحنیفہ کی ایک مستقل سوانح عمری لکھی،لیکن جن کی ساری عمر حنفیت اور حنفی علوم کی خدمت میں گذری اور جو اپنے اس عشق میں اس حد تک بدنام کئے گئے کہ ابن قاسم اندلس کے حوالہ سے حافظ ابن حجر نے یہ لطیفہ نقل کیا ہے کہ کسی نے امام طحاوی کے سامنے یہ شعر پڑھا:

☆ کتاب وسنت سے اخذ کردہ احکام ، فقہی احکام کہلاتے ہیں ☆

ان کنت کاذبة الذی حدثنی فعلیک اثم ابی حنیفه اوزفر

اگرتو جھوٹی ہے اس میں جوتو مجھ سے بیان کی ہے، تو تجھ پر ابوحنیفہ اورزفر کا گناہ ہے......

گویا''اثم ابی حنیفہ اورزفر،،سے زیادہ وزنی گناہ کوئی نہ تھا جس سے محبوبہ کواس کا عاشق دھمکانا چاہتا ہے کہ اگرایفاء عہدنہ کرے گی تو اسلام کے دومجرموں ابوحنیفہ اورزفر کے گناہ کے نیچے تودب جائے۔

کہتے ہیں کہ امام طحاوی نے جب یہ شعرسنا،توفرمایا......وددت لوان علی اثمهما وان لی اجرهما......

مگرسب کچھ کرنے دھرنے کے ساتھ ساتھ چونکہ انھوں نے علم کورٹا نہیں تھا بلکہ پڑھا تھا،اس لئے ان کی تقلید تجھیلی نہیں بلکہ تحقیقی تھی۔ظاہر ہے کہ ایسے آدمیوں کے لئے مشکل ہے کہ صدفی صد مسئلہ میں کسی ایسی ہستی کے اقوال یانظریات پرآنکھ بندکرکے ایمان لے آئے،جونہ نبی ہونہ پیغمبرحتی کہ پیغمبر کے صحابیوں کا بھی درجہ نہ رکھتی ہو۔آخرامام طحاوی امام ابوحنیفہ اوران کے تلامذہ کا جتنا بھی احترام کرتے ہوں،اوران کے علم پرجس حدتک وہ بھروسہ کرتے ہوں تاہم انھوں نے ان بزرگوں کورسول وپیغمبرتونہیں مانا تھا،جس کی کسی بات سے اختلاف خدا کی مرضی سے اختلاف کے ہم معنی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اپنی طویل الذیل تصنیفات وتالیفات میں کہیں کہیں بعض خاص مسائل میں جیسا کہ انھوں نے قاضی حربویہ کی مجلس میں علانیہ اظہار بھی کیا تھا۔انھو ں نے امام ابوحنیفہ اوران کے تلامذہ کے اختیارات اورفیصلوں سے اختلاف بھی کیا ہے اوراختلافات بھی کسی اصولی مسئلہ میں نہیں بلکہ معمولی جزئیات میں۔مثلاً فقہ کی عام کتابوں میں لکھتے ہیں کہ حنفیوں کا جو عام مسئلہ ہے کہ غروب آفتاب سے پہلے اگرکوئی اس دن کی عصرشروع کرے اورقبل اختتام نمازآفتاب ڈوب جائے تونمازپوری کرے،عصر میں تو یہ کہتے ہیں لیکن بجنسہ یہ ہی صورت فجر میں اگرپیش آئے تو یعنی شروع طلوع سے پہلے کرے اتنے میں آفتاب نکل آئے تو کہتے ہیں کہ نماز کوتوڑدے پوری نہ کرے۔

عصراورفجر میں امام ابوحنیفہ نے فرق کیوں کیا ہے،فقہ کی کتابوں میں اس کی تفصیلات موجود ہیں لیکن اس کے ساتھ لوگ کہتے ہیں کہ:

وادعی الطحاوی ان العصر یبطل ایضا کالفجر (شامی ص ۲۷۴)

امام طحاوی کا یہ مطلب ہے کہ عصر کی نماز بھی فجر کی طرح باطل ہوجاتی ہے۔

☆ اترکوا قولی بخبر الرسول ﷺ ☆ حدیث شریف کے مقابل میرے قول کوچھوڑدو (ابوحنیفہ)☆

یونہی الشیخ الفانی جوروزہ کی صلاحیت کھوچکا ہے، چونکہ قضاء کرنے کاامکان تواس کے جاتا رہااس لئے حنفیہ کافتوی ہے کہ ہرروزہ کامعاوضہ میں فدیہ اداکرے، کہتے ہیں کہ:

قال مالک لاتجب علیه الفدیة وھوالقول القدیم للشافعی واختاره الطحاوی (شامی وغیرہ)

امام مالک نے فرمایا کہ اس پرفدیہ واجب نہیں اوریہ امام شافعی کاقول قدیم ہے۔امام طحاوی نے اس کواختیارکیاہے۔

یہ مسئلہ کہ واقعی امام طحاوی نے ان مسائل میں اختلاف کیاہے یانہیں الگ بات ہے،اورمیراذاتی خیال ہے کہ لوگوں کوغلط فہمیاں ہوئیں جن کی تفصیل کایہاں موقع نہیں۔

اس وقت تومجھے صرف یہ دکھاناہے کہ تحقیقی تقلید کاخمیازہ بیچارے امام طحاوی کوان چشم بندگوش بندمقلدوں سے کیاکچھ نہ بھگتناپڑا۔افسوس کہ میرے پاس اس وقت فقہاء کی بڑی کتابیں نہیں ہیں ورنہ میں ان کی بجنسہ عبارتوں کوپیش کرتا۔تاہم دسویں صدی کے ایک بزرگ علامہ ابن کمال پاشاترکی ہیں۔سلطان سلیم کے زمانہ کے مفتیوں میں ہیں۔مولاناعبدالحئی فرنگی محلی نے ان کے متعلق لکھاہے کہ:

صناعة فی الحدیث مزجاة کمالایخفی علی من طالع تصانیفه (الفوائدص۱۴)

علم حدیث میں ان کی یونہی مختصر ہے جیساکہ ان کی تصانیف کامطالعہ کرنے والے پریہ پوشیدہ نہیں ہے۔

لیکن باوجوداس ''بضاعت مزجاة،،کے علماء سلف پرنمبراندازی کاآپ کوخاص شوق تھا۔اس سلسلہ میں علامہ طحاوی کے متعلق ارشادفرماتے ہیں کہ طحاوی کوزیادہ سے زیادہ اس کااختیاردیاجاسکتاہے کہ:

یقدرعلی الاجتھادفی المسائل التی روایة فیھاولایقدرعلی مخالفةصاحب المذھب لافی الفروع ولافی الاصول (حاشیہ فوائدص۱۸۰)

جن مسائل میں کوئی روایت ہے ان میں اجتہادکی ان کوقدرت ہے اورصاحب مذہب کی وہ مخالفت نہیں کرسکتے نہ اصول میں اورنہ فروع میں۔

اوریہ توخیرایک حدتک غنیمت ہے،جس مسئلہ میں روایت نہیں ہے اس میں تو''اجتہاد،،کااختیارآپ امام طحاوی کوعطافرماتے ہیں لیکن آپ سے بھی بڑھاہواعلماء حنفیہ میں ایک طبقہ ہے جن کے اقوال توبراہ راست مجھے نہیں ملے البتہ ہدایہ کے شارح علامہ اتقانی کے واسطہ سے صاحب کشف الظنون

نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے ان حضرات کی کرم فرمائیوں کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ:

قال الاتقانی فی صوم الهداية عندمسئلة قضاء المريض حين ساق بخلاف عن الطحاوی فيهاراداعلی المشائخ،لامعنی لانكارهم علی ابی جعفرالطحاوی.

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفی علماء کوایک طبقہ جسے اتقانی ''المشائخ ،،سے موسوم کرتے ہیں،وہ ابوجعفر کوصرف ''اجتہاد،،ہی کے حق سے محروم نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ سرے سے ان کا منکر ہی تھا۔حنفی مذہب میں ان کا کوئی اعتبار نہیں کرنا چاہتا تھا۔اتقانی نے اس کے بعدان المشائخ کے فرد جرم کی اپالوجی کرتے ہوئے یہ اوراضافہ کیا ہے۔

فانكار هم عليه بعدتاخر زمانهم بكثير لايجدی نفعافی ذالک لعدم بلوغهم اياه

علماء کاامام طحاوی پرانکار کرنا(بے اعتبار قرار پایا)جوامام کے زمانہ کے بہت بعد کے ہیں یہ ان کے لئے مفید مطلب نہیں ہے کیونکہ امام کے مرتبہ تک یہ پہنچ نہیں سکتے ہیں۔

کیاتماشہ ہے،جس امام ابوحنیفہ وتلامذہ کے لئے غریب ابوجعفر نے ماموں کا گھر چھوڑا،اپنادر چھوڑا،مدتوں فسطاط اوردمشق کی گلیوں کے گھر میں المزنی جیسے عالم کے رہتے ہوئے خاک چھانتے پھرے،غیروں سے ''کان صعلوکا،،کاطعنہ سنناپڑاصرف اس لئے کہ ''كان يذهب مذهب ابی حنيفه لايری حقافی خلافه ،،کے جرم میں بدترین تہمتوں سے اپنے زمانہ میں بھی اورشافعی مورخین کے ذریعہ سے آج تک متہم کئے گئے۔محض اسی قصور میں کہ ابوحنیفہ کامسلک کیوں اختیار کیا۔برادران شوافع کاایک طبقہ اب تک مصر ہے کہ المزنی کی پیش گوئی طحاوی کے حق میں کون کہتا ہے کہ غلط ہوئی وہ پوری ہوئی اورقطعاپوری ہوئی اس لئے کہ

من ترک مذهب اصحاب الحديث واخذ بالرای لم يفلح (لسان الميزن)

جوشخص علماء حدیث کوچھوڑتا اورقیاس کواختیار کرتا ہے وہ کامیاب نہیں ہوا۔

مگرصرف اس جرم میں کہ چند جزئیات میں ابوجعفر نے ابوحنیفہ یاان کے شاگردوں سے اختلاف کیوں کیااس کی سزامیں حنفی علماء کے ایک گروہ نے طحاوی کوکوتاہ فہم،بے سمجھ حتی کہ اتقاقی کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آئمہ احناف کے نقل مذاہب میں بھی بددیانت قراردیا گیا،کیونکہ اتقاقی کے پالوجی میں ایک جزیہ بھی ہے کہ......**لانه موتمن لائمتهم**......کیونکہ وہ آئمہ کے امانت دار ہیں۔

کسی سرزمین پرایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر

یہ جواب خود بتارہا ہے کہ حنفی فقہ کی جزئیات کی نقل میں بھی ان ''المشائخ،، کوطحاوی پر اعتماد نہیں تھا، یہ دوستوں کا حسن ظن ہے۔حالانکہ گذر چکا کہ ایک مالکی محدث جلیل ثقہ وحجۃ عمر بن عبدالبر کا طحاوی کے متعلق بصیرت کے ساتھ یہ شہادت ہے۔

خود ہدایۃ کی جوشرح انھوں نے لکھی ہے اس کا لمباچوڑا نام ''غایۃ البیان ونادرۃ الاقرآن فی آخر الزماں،، ان کی فطرت کی کافی غمازی کررہاہے مگر بااین ہمہ ادعاء چونکہ بہر حال صاحب بصیرت وتحقیق ہیں، اس معذرت میں جوطحاوی کی طرف سے انھوں نے پیش کی ہے لکھتے ہیں:

فان شککت فی امرابی جعفرفانظرفی کتاب شرح معانی الآثارهل تری له نظیر فی سائر المذاهب فضلا عن مذهبنا

اگرابوجعفر طحاوی کے بارے میں شک ہے توان کی کتاب شرح معانی الآ ثار کودیکھو ہمارے مذہب سے ہٹ کربھی دیگر تمام مذاہب میں کیا اس کتاب کی کوئی نظیر ہے۔

ہوسکتا ہے کہ ''اتقانی،، کے اس بیان میں کچھ مبالغہ کا عنصر شریک ہو، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر ''اسلامی تصنیفات،، متعلقہ فقہ اورحدیث میں کل کتابیں نہیں، اورکل کتابوں پر ہر حیثیت سے نہیں، لیکن خاص کر ''الآ ثاروالحدیث،، کے معانی کی شرح وتنقیح کے اعتبار سے اگر اتقانی کے دعوی کوکوئی دھراوے، توکم ازکم میرے خیال میں یہ مبالغہ نہیں بلکہ انشاءاللہ واقعہ کا اعتراف ہوگا۔

نمتاز اورسربرآوردہ ارباب تحقیق میں سے اگرکسی شخص پر مجھے تعجب ہے تووہ صرف علامہ ابن تیمیہ حنبلی ہیں، کہ اپنی مخصوص فکرووسیع نظرمطالعہ کے باوجودخداجانے ان پرکیاحال طاری تھا کہ اپنی معروف ومشہور کتاب ''منہاج السنۃ،، میں ردشمس والی حدیث پرکلام کرتے ہوئے محض اس قصور میں کہ اس حدیث کی تحسین کرنے والوں میں منجملہ دیگراکابرمحدثین کے ساتھ ایک امام طحاوی بھی ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غالبا غصہ کی حالت میں ان کے قلم سے امام طحاوی کے متعلق یہ الفاظ نکل گئے ہیں:

الطحاوی لیست عادته نقدالحدیث کنقداهل العلم ولهذاروی فی شرح معانی الآثارالاحادیث المختلفةوانما رجح مایرجحه منها فی الغالب من جهةالقیاس الذی راه حجة ویکون اکثره مجروحامن جهة الاستاذ ولایثبت فانه لم یکن له معرفة بالاسنادکمعرفة اهل العلم به وان کان کثیر الحدیث فقیها عالما......

امام طحاوی کی عادت حدیث شریف کی جانچ پڑ۔ل کرنے کی عادت نہیں جسطرح دوسرے اہل علم

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اوروفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

کرتے ہیں۔اسی لئے انھوں نے شرح معانی الآثار میں مختلف احادیث کوروایت کیا۔انھوں نے اکثر احادیث میں قیاس سے ترجیح دی ہے جس کووہ حجت سمجھتے ہیں۔

ان میں اکثر احادیث سند کے اعتبار سے مجروح میں ثابت نہیں ہیں کیونکہ ان کومگر اہل علم کی طرح سند کی معرفت نہیں تھی اگرچیکہ بہت احادیث بیان کرتے ہیں فقیہ اور عالم ہیں۔

اگرچہ حافظ ابن تیمیہ کی یہ عبارت ان احناف کے لئے موجب عبرت ہے جنھوں نے امام طحاوی کاانکار کیاہے۔قطع نظر حنبلی جن کے قلم کی زد سے امام غزالی اور شیخ ابن عربی جیسے جھابذہ کبار نہیں بچے ہوئے ہیں۔امام طحاوی کے متعلق ان کااتنا اعتراف بھی بساغنیمت ہے۔

لیکن باوجود اس کے طحاوی جیسے جلیل القدر ''امام حدیث،، کے متعلق ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ

لم یکن له معرفة بالاسناد کمعرفة اهل العلم به

مجھے اس شک میں ڈال دیتا ہے کہ خود حافظ ابن تیمیہ کے متعلق پوچھوں کہ

هل له معرفة بکتب الطحاوی کمعرفة المشتغلین بکتبه

کیاان کوامام طحاوی کے کتابوں سے واقفیت ہے جس طرح ان کی کتابوں کوپڑھنے پڑھانے والوں کوواقفیت ہے۔

اب اس کی توجیہ یا تو وہی کی جائے جومولانا عبدالحئی فرنگی محلی نے ابن تیمیہ کی اس عبارت کونقل فرمانے کے بعد کی ہے کہ

قلت فیه بعض مبالغة کعادته (ص ۱۹)

میں کہتاہوں ان کی عادت کے مطابق اس میں کچھ مبالغہ ہے۔

یا جیسا کہ میرا خیال ہے،معلوم یہ ہوتاہے کہ اپنی وسعت علم ونظر پر بھروسہ کر کے ابن تیمیہ نے طحاوی کی کتابوں کا صحیح طور پر جیسا کہ چاہئے مطالعہ نہیں کیاہے۔ایک سرسری نظر انھوں نے شرح معانی الآثار پرڈال لینے کے بعد دراصل حافظ بیہقی کی تقلید میں ان کے قلم سے یہ الفاظ نکل گئے ہیں۔کیونکہ اس عبارت کے علاوہ جومیں معرفة السنن والآثار سے حافظ بیہقی کی نقل کرچکاہوں۔بیچ بیچ میں بھی وہ طحاوی پرچوٹ کرتے چلے گئے ہیں،مثلا ایک مقام پرفرماتے ہیں،جسے حافظ ابن حجر نے لسان المیز ان میں نقل کیاہے:

ان علم الحدیث لم یکن من صناعته وانما اخذ الکلمة بعدالکلمة من اهله ثم لم

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے

یحکمها(ص ۲۷۸)

علم حدیث ان کا فن نہیں تھا۔اس کی ایک ایک بات اس کے علماء سے لے لیا پھر اس میں اتقال پیدا نہیں کیا۔

میں جہاں تک سمجھتا ہوں ،حافظ ابن تیمیہ نے بیہقی کی اس عبارت کو لفظی ردوبدل کے ساتھ محض ان کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ورنہ بیہقی نے اگر طحاوی کے سامنے یہ الفاظ لکھے ہیں ،تو جن کو حضرت امام شافعی کے مذہب کی نصرت میں تفرد حاصل کرنا تھا،ان سے تو یہ بعید نہیں ہے،اور قدرت نے ماردینی کی شکل میں ان کی کلوخ اندازی کا کافی جواب سنگ سے دلا بھی دیا۔

لیکن حافظ ابن تیمیہ تو ایک آزاد خیال عالم ہیں،اگر وہ خود کم از کم مشکل الآ ثار ہی کا براہ راست مطالعہ فرمالیتے تو ان کو اندازہ ہوجاتا کہ اس شخص کو خدا نے اگر متون حدیث کی شرح وتطبیق ،تاویل،وتنقیح میں جو یدطولی عطا فرمایا ہے۔جس کی نظیر واقعی محدثین میں مشکل سے مل سکتی ہے تو اسی کے ساتھ ’’علم اسناد،، میں بھی ان کا پایہ کسی سے کم نہیں ہے۔افسوس ہے کہ امام طحاوی کے دوستوں اور ہم مذہبوں نے ان کی اس لئے قدر نہ کی کہ ان کی طرح وہ حدیث سے بیگانہ رہنا نہیں چاہتے تھے اور طبقہ محدثین میں وہ اس لئے بدنام ہوئے کہ ان کی اتباع میں’’فقہ،،سے کنارہ کشی نہیں اختیار کی۔اس’’جامعیت،،نے ان کو اوران کی کتابوں کو دونوں طبقوں میں اس منزلت ومقام سے محروم رکھا جس کی وہ واقعی مستحق تھیں،اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی اکثر وبیشتر کتابیں گوشہ گمنامی میں پڑی ہوئی ہیں ورنہ ان کی تالیفات کی فہرست میں ایک کتاب’’نقض کتاب المدلسین علی الکرابیسی،،کا بھی نام لیا جاتا ہے اور’’الکرابیسی ،،کا شمار امام شافعی کے بغدادی شاگردوں میں ہے،ابوثور اور کرابیس دونوں ہم پلہ سمجھے جاتے تھے۔اس طرح ابوعبد حبیب حافظ آثار واحادیث کی کتاب الانصاب پر بھی انھوں نے ایک تنقیدی کتاب لکھی ہے جس کا ذکر پہلے بھی میں کر چکا ہوں ،مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں کہ

وله الردعلى ابى عبيد فى ماخطافى اختلاف النسب (ص ۱۸)

ان کی ایک کتاب ابوعبید کی کتاب انساب میں غلطیوں کے رد پر بھی ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جو شخص ’’المدلسین ،،کے متعلق اور’’الانساب،،پر تنقیدی کتاب لکھے ،اس کے متعلق حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

لم یکن له معرفة الاسناد......ان کوسند کی معرفت نہیں تھی۔

کاش! مقالہ کی طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا، تو میں ان کی صرف دو کتابوں شرح معانی الآ ثار اور مشکل الآ ثار کو ان کے سوا کسی کتاب تک میری رسائی نہیں ہے۔میں ''علم الاسناد،، کے متعلق ان نکات اور حقائق کو جمع کرتا اور حافظ ابن تیمیہ کا اس علم میں جو مبلغ ہے، دونوں کا مقابلہ کر کے بتاتا۔

لیکن میرے مقالہ کا پہلا باب ہی اتنا طویل ہو چکا ہے کہ اس سلسلہ میں اب اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں پاتا، خیال تھا کہ دوسرے باب میں امام طحاوی کے خصوصی نظریات اور حدیثوں کے متعلق جو ان کے اختصاصی اجتہادات ہیں ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے اس مقالہ کا اسے دوسرا باب قرار دوں کیونکہ باب اول کے متعلق شروع میں مجھے صرف اس کی توقع تھی کہ بیس پچیس ورق میں اس کے مباحث ختم ہو جائیں گے۔عام کتابوں میں جو مواد امام طحاوی کے متعلق پایا جاتا تھا ان کو دیکھ کر ابتداء میں بھی رائے قائم ہو سکتی تھی، لیکن جب تلاش وجستجو کا سلسلہ جاری ہوا تو چیز کے بعد چیز ملتی گئی۔دلچسپ چیزیں تھیں، کسی چیز کے چھوڑنے پر دل آمادہ نہ ہوا تا اینکہ امام طحاوی کی سیرت پر یہ چھوٹا سا ایک رسالہ ہی تیار ہو گیا۔

اسی لئے اب یہ قصد ہے کہ دوسرے باب کا خیال ہی ترک کر دوں اور......**ربنا اغفر لنا والاخواننا الذین سبقونا بالایمان و لاتجعل فی قلوبنا غلاللذین امنوا**...... کی دعا کرتے ہوئے، اس مقالہ کو ختم کرتا ہوں ۔انشاء اللہ آئندہ دوسرے باب کی اطمینان سے تکمیل کی جائے گی۔امتحانی مقالہ کے لئے غالباً میرا اتنا بیان کافی ہے **والله یقول الحق وهو یهدی السبیل**۔۔

قارئین محترم یہ طویل مضمون جسے ہم نے بارہ قسطوں میں شائع کیا اختتام کو پہنچا......اللہ رب العالمین حضرت مولانا سید محمد قطب الدین شاہ حسینی صابری کے درجات بلند فرمائے......(آمین)......مجلس ادارت مجلّہ فقہ اسلامی......

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆